مرثیہ نمبر ۸

مجلس میں آج روشنیٔ صبحِ یقین ہے

مجلس میں آج روشنیٔ صبحِ یقین ہے ۱ ایماں کی ضیا سلسلۂ حبلِ متیں ہے
آغازِ بیاں تذکرۂ فتحِ مُبیں ہے خورشیدِ سخن آئینۂ نیّرِ دیں ہے
شہبازِ قلم ، برق قدم ہو کے چلے گا
شہپارۂ فن نور کے سانچے میں ڈھلے گا

عنوانِ سخن ہوں گی جو قرآن کی آیات ۲ اُبھرے گا نئے رنگ سے خورشید خیالات
ہوتی رہیں اس طرح جو خالق کی عنایات اُتریں گے دلوں میں مرے الفاظِ مناجات
مجلس میں جو ذکرِ شہِ ابرار کروں گا
عالم کی فضا مطلعِ انوار کروں گا

آئے گا جو قرطاس پہ مضمون سنور کر ۳ بن جائے گا فن عطرِ خیالات تتھر کر
چمکیں گے جو الفاظ مرے دل میں اتر کر اشکوں کی لڑی آئے گی پلکوں پہ ابھر کر
تحفہ ہے مرا جذبۂ دل اہلِ ولا کو
میں عام کیے دیتا ہوں خالق کی عطا

بخشا ہے مجھے خالقِ یکتا نے وہ جوہر ۴ انگشت بہ دنداں ہیں زمانے کے سخنور
معراج مرے فن کی ہے توصیفِ پیمبرؐ مولا کی عنایات سے چمکا ہے مقدر

منبر جو ملا مدحِ شہنشاہِ نجف سے
پہونچا ہوں کہاں ، مرثیہ گوئی کے شرف سے

تاباں ہیں مضامیں کے گہر شمس و قمر سے ۵ روشن ہے عقیدت کا چمن دیدۂ تر سے
پر نور ہے اندازِ بیاں ذوق نظر سے ضوبار ہے قندیلِ سخن خون جگر سے

حامل جو ہے تحریر میری صدق صفا کی
گلدستۂ افکار میں خوشبو ہے وِلا کی

جتنا بھی کروں شکرِ عنایات وہ کم ہے ۶ سر پر مرے عباسِؑ دلاور کا علَم ہے
آئینہ جذبات مرا دیدۂ نم ہے ذکرِ شہ ابرار سے یہ زورِ قلم ہے

دربارِ حسینی میں دعاؤں کا اثر ہے
قرطاسِ سخن معدنِ الماس و گہر ہے

ہیں نوک زباں سورۃ اخلاص کے انوار ۷ توحید کی باتوں سے ہے یکتائی گفتار
تثلیث کے انکار سے ہے وحدتِ افکار کافر ہے جو اس بات کا کرتا نہیں اقرار

بے مثل ہے وہ اس کے برابر نہیں کوئی
کونین میں اللہ کا ہمسر نہیں کوئی

اوّل سے بھی اوّل ہے وہ واحد ہے اَحد ہے ۸ آخر سے بھی آخر ہے وہ قائم ہے صَمد ہے
افضل سے بھی افضل ہے وہ بالائے خرد ہے ۔ ناقابلِ تقسیم ہے وہ ایسا عدد ہے

محدود ہے یہ ذہن رسا پا نہیں سکتا
انساں کے تصوّر میں خدا آ نہیں سکتا

لازم ہے مگر معرفتِ ذات حقیقی ۹ بندے کیلئے شرط ہے اقرارِ الٰہی
عالم میں نہیں حاکمیت اور کسی کی یہ بات ہمیں مخبر صادق نے بتائی

وہ مخبرِ صادق جو صداقت کا امیں ہے
وہ ختمِ رسلؐ جو کہ رسالت کا نگیں ہے

ہے پیشِ نظر تذکرۂ سیّدِ ابرار ۱۰ الفاظ میں دریائے فصاحت ہے نمودار
شیریں سخنی ہے سببِ لذّتِ گفتار ہیں گنجِ گرانمایہ یہ افکارِ گرانبار

خالق کی عنایت ہے یہ بخشش ہے عطا ہے
مداح ہوں میں جس کا وہ ممدوح خدا ہے

عنواں جو کیا ذکرِ شہنشاہِ زمن کو ۱۱ معراج ملی حُسنِ عقیدت کے چمن کو
کس درجہ ملا اوج مرے طرزِ سخن کو الہام سمجھنے لگی دنیا مرے فن کو

اعجاز بیانی صفتِ شیشہ گری ہے
آئینۂ الفاظ میں مضمون پری ہے

مضمونِ سخن نورِ ہدایت کا بیاں ہے ۱۲ ایک جلوۂ حق طورِ عبارت سے عیاں ہے
توصیفِ محمدؐ جو مرے ورد زباں ہے چھایا ہوا اعجاز بیانی کا سماں ہے

خیرہ نظرِ گنبدِ دوآر ہوئی ہے
مجلس کی فضا مطلع انوار ہوئی ہے

ہے نوکِ زباں تذکرۂ ذاتِ پیمبرؐ ۱۳ ممدوحِ خدا ، ختمِ رسل ، نور کا پیکر
آدم کا شرف ، فخرِ بشر ، ہادی و رہبر پیدا کیا خالق نے جنہیں طاہر و اطہر

ہے وحیِ خدا اصل میں گفتارِ رسالتؐ
اک بولتا قرآن ہیں سرکارِ رسالتؐ

قرآن ہے اک سلسلۂ نورِ ہدایت ۱۴ بندوں کے لئے خالق عادل کی عنایت
پوشیدہ ہیں الفاظ میں اسرارِ ولایت روشن ہے دلائل سے حقائق کی روایت

اک معجزۂ بانیٔ اسلام ہے قرآں
مومن کے لئے زیست کا پیغام ہے قرآں

قرآن ہے احکامِ الہیٰ کا خزانہ ۱۵ قرآن ہے پیغامِ الہیٰ کا خزانہ
قرآن ہے انعامِ الہیٰ کا خزانہ قرآن ہے اکرامِ الہیٰ کا خزانہ

قرآن سے وابستہ یہی نورِ مُبیں ہیں
قرآن امانت ہے تو سرکار امیں ہیں

اخلاق وہ ، مخلوق کہے " خلق مجسم " ۱۶ اخلاص وہ ، تاریخ کہے " مصلحِ اعظم "
کردار وہ ، انسان کہے " عظمتِ آدم " گفتار وہ ، قرآن کہے آیت " محکم "

وہ صلح جو ظاہر میں رسالت کی " نہیں " تھی
شاہد ہے خدا اس کا وہی فتحِ مُبیں تھی

خود ذات الہیٰ جو ہوئی حافظ قرآن ۱۷ مخلوق مٹا دے اسے اس کا نہیں امکاں
ہے نُورِ مبیں اس کے مطالب کا نگہبان محفوظ ہوئی جس کے سبب دولت ایماں

آیت جو پڑھے سامنے منزل نظر آئے
اعمال میں تشریح مزمّل نظر آئے

ذاتِ شہِ کونین پہ دیں ہو گیا کامل ۱۸ اسلام کے دستور کے طے ہو گئی منزل
احکام الہیٰ پہ جو حضرت ہوئے عامل بندوں کو نمونہ ملا ، آساں ہوئی مشکل

جب پیش کیا سجدۂ معبود میں سر کو
معراج مصلے پہ ہوئی گھر میں بشر کو

کیا یہ نہیں انکارِ تقاضائے عدالت ۱۹ قرآن تو رہے اور نہ رہے اس کی بصیرت
شیطان تو گمراہ کرے تا بہ قیامت قائم نہ رہے حشر تلک نورِ ہدایت

پوشیدہ کبھی نیّرِ دیں ہو نہیں سکتا
قرآن سے جدا نُورِ مبین ہو نہیں سکتا

گو ختم ہوئی ذاتِ محمدؐ پہ رسالت ۲۰ باقی رہا عالم میں مگر کارِ ہدایت
تھی ذاتِ علیؑ بعدِ نبیؐ باعثِ رحمت سونپی جسے اللہ نے عالم کی امامت

ہاروں کی طرح آپ کو نسبت ہے نبیؐ سے
پوچھے کوئی قرآن تو پوچھے وہ علیؑ سے

احکام تھے سب آپ کے قرآں کے بموجب ۲۱ خطبات تھے اک قلزمِ معنی و مطالب
دامن میں گہر بھرتے تھے حضرت کے مخاطب خالی نہ گیا آ کے درِ فیض پہ حاجب

جو شخص بھی اس حلقۂ تدریس میں آیا
دوبارہ نہ پھر پنجۂ ابلیس میں آیا

کیا کوئی کرے مدحتِ ممدوحِ پیمبر ۲۲ ہے ناصرِ دیں، مہرِ جبیں، حیدر و صفدر
کعبے میں ملا اوج جسے دوشِ نبی پر سر جس نے کئے معرکۂ خندق و خیبر

شمشیرِ برہنہ سرِ میداں نظر آئے
منبر پہ علیؑ بولتا قرآں نظر آئے

مولا کی مخالف رہی گو گردشِ ایام ۲۳ تھی پیشِ نظر حق کی حفاظت سحر و شام
محفوظ زمانے میں رہی عظمتِ اسلام سمجھاتے تھے ہر ایک کو اللہ کا پیغام

صفّین کا میدان ہو یا جنگِ جمل ہو
مولا کا یہ مقصد تھا کہ قرآں پہ عمل ہو

دنیا میں رہی آلِ علیؑ محسن اسلام ۲۴ سینے سے لگائے ہوئے اسلام کا پیغام
ہو معرکہ کرب و بلا یا سفر شام حق بڑھ کے رہا قوتِ باطل ہوئی ناکام

روشن ہے جہاں آج بھی پیغام نبیؐ سے
حق آج بھی روشن ہے حسینؑ ابن علیؑ سے

ہے نامِ حسینؑ ابن علیؑ آج بھی روشن ۲۵ جس نام سے تھراتے ہیں اسلام کے دشمن
حق تھامے ہوئے آج بھی ہے شاہ کا دامن تابندہ و پائندہ ہے اسلام کا گلشن

ہر ذرّہ یہ دیتا ہے صدا کرب و بلا کا
تازہ ہے لہو آج بھی شاہِ شہدا کا

جسدم کہ بدلنے لگیں اسلام کی اقدار ۲۶ ہر سمت سے باطل نے جو کی دین پہ یلغار
اور حق کے پرستاروں کو جینا ہوا دشوار اس وقت حفاظت کو اُٹھے سیّدِ ابرار

دشمن کی کڑی ضرب تھی پیغامِ نبیؐ پر
عالم کی نگاہیں تھیں حسینؑ ابن علیؑ پر

تھا حق کا محافظ پسرِ حیدرِ کرّار ۲۷ اک کوہِ گراں قلعۂ دیں آہنی دیوار
قرآں کا امیں نورِ مبیں مطلع انوار ایماں کا ستوں ، لشکر اسلام کا سردار

نانا کی طرح فیصلۂ شاہ اُمم تھا
منزل کی طرف ترکِ وطن پہلا قدم تھا

ہر سمت تھی چھائی ہوئی باطل کی سیاست ۲۸ بے دینوں کے ہاتھوں میں تھا آئینِ شریعت
یوں مسخ ہوا جاتا تھا پیغامِ نبوّت اس وقت تھی اسلام کو حضرت کی ضرورت

سامانِ سفر شاہِ زمن باندھ کے نکلے
مرنے کے لئے سر سے کفن باندھ کے نکلے

تاریخ کے اوراق سے ظاہر ہے حقیقت ۲۹ اس بات سے آگاہ تھے سب طالبِ بیعت
شبیرؑ کے ہاتھوں میں تھی اسلام کی عظمت ورنہ کہاں اک فرد کہاں ساری حکومت

ہر ایک قدم تھا روشِ عام سے افضل
شبیرؑ تھے کل عالمِ اسلام سے افضل

اک لشکرِ حق ساتھ ہوا شاہ ہدیٰ کے ۳۰ سائے میں حق آگاہ بڑھے آلِ عبا کے
ہر سمت سے گو تیر چلے جور و جفا کے لیکن نہ ہوئے حوصلے کم اہلِ ولا کے

رخشندہ تھی چہروں پہ ضیاء عزم و یقیں کی
تھی خاک کے ذرّوں میں جھلک نورِ مُبیں کی

اس فوج میں کیا کیا مہ واختر نظر آئے ۳۱ قاسمؑ نظر آئے علیؑ اکبر نظر آئے
بپھرے ہوئے عباسِؑ دلاور نظر آئے اصغر بھی جوانوں کے برابر نظر آئے

اک قافلۂ اہلِ یقین ساتھ چلا تھا
جو فرد تھا اخلاص کے سانچے میں ڈھلا تھا

کام آگئے عاشور کو جب حق کے طلبگار ۳۲ باقی نہ رہا کوئی بھی یاور نہ مددگار
قربان ہوئے اکبرؑ و عباسِ علمدار میداں میں اکیلے تھے فقط سیّدِ ابرار
تھے درپئے آزار لعیں سبطِ نبیؐ کے
پیاسے تھے عدو خونِ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

افواجِ مخالف سے مخاطب ہوئے سرور ۳۳ فرمایا کہ اے فوجِ لعیں وائے ہو تم پر
تاراج کیا تم نے گلستانِ پیمبرؐ مقتل میں تہہِ تیغ ہوئے قاسمؑ و اکبرؑ
اولادِ پیمبرؐ کو مٹانا نہیں اچھا
کعبہ کے چراغوں کو بجھانا نہیں اچھا

میں وارثِ آئینِ شرافت ہوں جہاں میں ۳۴ میں شارحِ احکامِ نبوّت ہوں جہاں میں
میں مرکزِ اقلیمِ ولایت ہوں جہاں میں میں منبعِ انوارِ ہدایت ہوں جہاں میں
گل شمعِ امامت نہ کرو جور ستم سے
قائم ہے زمانے میں اُجالا میرے دم سے

میں ہوں پسرِ شاہِ عرب ہاشمِ دیندار ۳۵ میں ہوں پسرِ ختمِ رسلؐ احمدِ مختار
میں ہوں پسرِ شیرِ خدا ، حیدرِ کرّار میں ہوں پسرِ نبتِ نبیؐ طاہر و اطہار
میں حجّتِ حق ، وارثِ پیغامِ نبیؐ ہوں
بھائی ہے حسنؑ میرا حسینؑ ابن علیؑ ہوں

ہے آلِ محمدؐ کی ولا اَجرِ رسالت ۳۶ مومن کے لئے فرض ہے مولا کی مؤدت
واجب ہوا ، اُمت پہ جو اقرارِ امامت کام آئے گا یہ حُسنِ عمل روزِ قیامت

تم نے نہ کیا خوف مگر حشر کے دن کا
وہ آلِ محمدؐ تھے گلا کاٹا ہے جن کا

جاری تھی ابھی رن میں شہنشاہ کی تقریر ۳۷ ناگاہ اُٹھا خیمے سے اک نالۂ دلگیر
مقتل سے گئے خیمۂ اطہار میں شبیرؑ دیکھا تو ملا خاک پہ بے ہوش سا بے شیر

تصویر بنی بانوئے ناشاد کھڑی تھی
آنکھوں سے رواں بی بی کے اشکوں کی لڑی تھی

زینب نے کہا شاہ سے اے ماں کی نشانی ۳۸ آ جائے ابھی ہوش میں مل جائے جو پانی
کہنے لگا یہ سن کے یداللہ کا جانی ہو سکتا ہے کچھ رحم کریں ظلم کے بانی

پانی اسے دے دے کوئی مظلوم سمجھ کر
پیاس اس کی بجھا دے کوئی معصوم سمجھ کر

سونپا شہ والا کو جو بانو نے پسر کو ۳۹ خورشید نے دامن میں لیا روحِ سحر کو
ماں دیر تلک تکتی رہی لختِ جگر کو مقتل کو چلا باپ لئے نورِ نظر کو

معصوم کو سینے سے لگائے ہوئے آئے
قرآن کے پارے کو اٹھائے ہوئے آئے

پھر لشکرِ اعدا سے مخاطب ہوئے سرور ۴۰ گزرے ہیں کئی روز کہ بے شیر ہے اصغر
گرمی کی وہ شدّت ہے کہ ہے جان لبوں پر پانی اسے مل جائے تو ہو جائے یہ جانبر

انصاف سے بتلاؤ جو بچّے کے خطا ہے
پانی جو کیا بند تو کیا اس نے کیا ہے

سن کر یہ سخن فوج پہ سناٹا سا چھایا ۴۱ جو صاحبِ اولاد تھے دل اُن کا بھر آیا
شہ نے رخِ معصوم سے دامن جو اٹھایا اک چاند سا مکھڑا سرِ میدان نظر آیا

شرمندہ مظالم پہ جو ہونے لگے دشمن
میدان میں منہ پھیر کے رونے لگے دشمن

معصوم تھا نورِ نگہِ بانوئے دلگیر ۴۲ ہونٹوں پہ زباں اپنی پھرانے لگے بے شیر
ناگاہ فضا میں بنِ کاہل کا چلا تیر ہاتھوں پہ تڑپنے لگا لختِ دلِ شبیرؑ

ہر ظلم کی حد توڑ دی ظالم کے ستم نے
اس پر بھی بڑا صبر کیا شاہِ اُمم نے

بے جاں جو ہوا گود میں آغوش کا پالا ۴۳ کہتے ہیں کہ ہونے لگا عالم تہہ و بالا
ہوتا نہیں اندازۂ صبرِ شہِ والا کس طرح سے شبیرؑ نے وہ تیر نکالا

آئی نہ قیامت تو یہ حضرت کا کرم تھا
اصغر کا لہو ناقۂ صالح سے نہ کم تھا

خُلّو میں تھا شبیرؑ کے خونِ علیؑ اصغر ۴۴ دلدوز سماں ایسا تھا روتے تھے ستمگر
خاموش تھا لیکن پسرِ حیدرِ صفدر اک حرف بھی آیا نہ شکایت کا زباں پر
گرنے نہ دیا قطرۂ خون شہ نے زمین پر
اصغر کا لہو مل لیا حضرت نے جبیں پر

عالم میں تذبذب کے تھے اسدم شہِ ابرار ۴۵ آثار تردّد کے تھے چہرے سے نمودار
لے جائیں کہاں لاشِ پسر تھا بڑا دشوار آگے بڑھے ، پیچھے ہٹے ، سرکار کئی بار
تھا وقت بڑا سخت ، جگر بندِ نبیؐ پر
دشمن بھی لگے رونے حسینؑ ابن علیؑ پر

تلوار سے پھر آپ نے اک قبر بنائی ۴۶ لاش اصغرِ معصوم کی مٹی میں چھپائی
چہرے پہ ملے خون اُٹھا حق کا فدائی کچھ دیر نہ شبیرؑ کو دنیا نظر آئی
پیشانیٔ اقدس پہ بڑے زخم پڑے تھے
مولا مرے سورج کے اندھیرے میں کھڑے تھے

پہونچے درِ خیمہ پہ جو میدان سے شبیرؑ ۴۷ کچھ دیر نہ پہچان سکی بھائی کو ہمشیر
منہ بھائی کا دیکھا تو کلیجے پہ لگا تیر تھا سرخ لہو، غازۂ روئے شہِ دلگیر
اس یاس سے کچھ دیکھا شہنشاہِ زمن کو
لپٹا لیا بھائی نے کلیجے سے بہن کو

کچھ دیر تلک روتے رہے سیّدِ ابرار ۴۸ اسدرجہ ہے اشک کہ تر ہو گئے رخسار
پھر بولے کہ بیٹھی ہیں کہاں بانوئے نا چار زینبؑ نے کہا غش اُنہیں آئے ہیں کئی بار

اصغر کے بچھڑنے کا قلق ان کو بڑا ہے
شہزادی پہ اک کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے

یہ سن کے گئے شاہ سوئے بانوئے ناشاد ۴۹ دیکھا کہ ہیں خاموش نہ رونا ہے نہ فریاد
دشوار ہے ماں کیلئے صبرِ غمِ اولاد کہنے لگے بانوؑ سے بڑی سخت ہے اُفتاد

معلوم ہے بے حال ہو تم شدّت غم سے
پر کیا کریں مجبور تھے ہم تیرِ ستم سے

سرور کے سخن سن کے یہ بولی وہ دل افگار ۵۰ شرمندہ نہ فرمائیں مجھے سیّدِ ابرار
ہیں آپ تو مولا پسرِ حیدرِ کرّار اصغر سے پسر آپ پہ قربان ہوں سو بار

کیا دخل کسی شخص کو مالک کی رضا میں
ھدیہ مرا مقبول ہوا ، راہِ خدا میں

پوچھا مگر اتنا کہ کہاں لختِ جگر ہے ۵۱ آنکھوں میں اندھیرا ہے کہاں نورِ نظر ہے
آغوش تو خالی ہے کہاں میرا پسر ہے بتلائیے مولا ، مرا معصوم کدھر ہے

اک بار تو میں دیکھ لوں نازوں کے پلے کو
قربان گئی چوم لوں اصغر کے گلے کو

سن کر یہ سخن کانپ گئے حضرتِ شبیرؑ ۵۲ فرمایا کہ کیا تم سے کہیں بانوئے دلگیر
ہم لا نہ سکے خیمے تلک لاشۂ بے شیر مٹی میں چھپا آئے ہیں وہ چاند سی تصویر

خونِ علیؑ اصغرؑ کے نشاں لائے ہیں رن سے
پرسا تمہیں دینے کے لئے آئے ہیں رن سے

خاموش ہوئیں بانوئے دلگیر یہ سن کر ۵۳ تھا دل پہ مگر شاق جو داغِ علیؑ اصغرؑ
سنبھلا نہ گیا بیٹھ گئیں فرشِ زمیں پر روتے ہوئے مقتل کو سدھارے شہِ انور

مصروف ہوئے شاہِ اُمم نصرتِ دیں میں
پھر گھر گیا احمدؐ کا پسر فوج لعیں میں

اے طبعِ رسا تھم کہ نہیں طاقتِ گفتار ۵۴ مجلس میں ہوئے جاتے ہیں بے حال عزادار
آغاؔ بہ طفیلِ پسرِ حیدرِ کرار دامن میں ترے آئے ہیں کیا کیا دُرِ شہوار

کیا مرثیہ گوئی کی تری دھوم مچی ہے
شہرت کا سبب ذکرِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے